حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

نائب رئیس ——— جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(پچیسویں قسط)

حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی

عمرے کی ادائیگی کا تو اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا تھا کہ اُس میں کچھ زیادہ خرچ کرنا نہیں پڑا، لیکن حج کا باقاعدہ سفر کرنے کی اُس وقت استطاعت نہیں تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اگلے ہی سال حج کا بھی عجیب طریقے پر انتظام فرما دیا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ کو حرمین کی حاضری کا خاص ذوق تھا، لیکن ۱۳۸۳ھ (مطابق ۱۹۶۴ء) کے حج کے موقع پر انہیں تأمل تھا کہ پاکستان میں اُنہیں کچھ ضروری دینی کام انجام دینے تھے۔ ہمارے بہنوئی حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جو اُس وقت ناظم دارالعلوم بھی تھے) حضرت والد صاحبؒ کو توجہ دلائی کہ آپ ہمیشہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ عالم اسلام اور بالخصوص حجاز کے علاقے میں بہت سے قابل اصلاح امور ہیں جن کی طرف علماء اور ذمہ داروں کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ حج کے موقع پر علماء وصلحاء کا اجتماع ہوتا ہے، اس لئے حج کی ادائیگی کے ساتھ اس کام کا بھی موقع مل جائے گا۔ چونکہ حضرت والد صاحبؒ کو بھی اس ضرورت کا احساس تھا کہ حتی الوسع اس کی کوشش کی جائے، تو انہوں نے حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ کے ساتھ حج کا ارادہ فرمالیا۔ اس سفر کی مختصر یادداشتیں بھی انہوں نے لکھی تھیں۔ اُن میں یہ بھی لکھا ہے:

> "جب حج کے ساتھ اس مقصد کا تصور آیا، تو اپنے ساتھ دارالعلوم کراچی کے دو استاذ میرے لڑکے مولوی محمد رفیع اور مولوی محمد تقی سلمہم کا رفیق سفر ہونا اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ ان کو عربی زبان میں تحریر وتقریر پر خاصی قدرت ہے، اور اپنی ضعیفی کے پیش نظر سفر

Scanned with CamScanner

کی ضروریات میں اُن سے کافی امداد کی توقع ہے۔"

اس ضرورت کے احساس کے باوجود اُس وقت اتنی استطاعت نہیں تھی کہ اپنے خرچ پر حج کرسکیں۔ لیکن چند دن میں حضرت مولانا نوراحمد صاحبؒ نے بتایا کہ اُن کے ایک دوست حضرت والد صاحبؒ کے مذکورہ بالا کام میں ان کی مدد کے پیش نظر دو افراد کو اپنے خرچ پر حج کے لئے بھیجنا چاہتے ہیں، اس لئے میرے اور بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے لئے حج پر جانے کا اچھا موقع ہے۔ ایک تو حج کا شوق تھا ہی، اوپر سے یہ نعمت کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کی معیت میں یہ مبارک سفر ہوگا، ہم دونوں بھائیوں نے بڑے ذوق وشوق سے کارروائی شروع کردی، لیکن چونکہ قرعہ اندازی میں نام نہیں دیا گیا تھا، اس لئے چند در چند مشکلات حائل تھیں، ان مشکلات کے علاوہ قرعہ اندازی کے بغیر حج پر جانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ بونس واؤچر خرید کر اُس کے ذریعے ادائیگی کی جائے۔ اس طریقے کا خرچ بھی عام حج کے خرچ سے زیادہ تھا، (یعنی تین ہزار روپے کا ٹکٹ تھا، جو اُس وقت کے لحاظ سے ایک بڑی قیمت تھی) سرکاری مراحل طے کرتے ہوئے وقت گذرتا گیا، یہاں تک کہ حضرت والد صاحبؒ اور مولانا نوراحمد صاحبؒ کی روانگی کا وقت آگیا، اور وہ اس امید پر روانہ ہوگئے کہ دوتین دن میں ہماری کارروائی بھی مکمل ہوجائے گی تو ہم بھی ان سے جاملیں گے۔ حضرت مولانا نوراحمد صاحبؒ ہمیں ان صاحب کا پتہ بھی دے گئے تھے جو حج کرانا چاہتے تھے، تاکہ جب ادائیگی کا وقت آئے تو اُن سے رقم وصول کرکے ادائیگی کردی جائے۔ چنانچہ کارروائی کی تکمیل کے بعد جب اُن صاحب سے رابطہ کیا گیا، تو انہوں نے دفعۃً (شاید اپنی کسی مجبوری کے تحت) معذرت کرلی۔ یہ معذرت سن کر ایک مرتبہ تو دل پر بجلی سی گرگئی، خود اپنے پاس اتنی گنجائش نہیں تھی کہ خود ادائیگی کرکے اس موقع سے فائدہ اٹھایا جاسکے، دوسری طرف ہفتوں کی کوشش کے بعد یہ موقع میسر آیا تھا جسے کھونا دل پر بہت شاق تھا۔ بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے احباب میں سے کسی سے رجوع کرکے قرض کا انتظام کیا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ساری عمر کسی سے قرض مانگنے سے محفوظ رکھا تھا۔ (دوسروں کے خرچ پر حج کا جو ارادہ کیا گیا تھا، اُس میں بھی اپنی کسی تحریک کو ادنیٰ دخل نہیں تھا، خواہش کا اظہار انہی کی طرف سے ہوا تھا) آخر کار دل نے یہی فیصلہ کیا کہ کسی سے قرض مانگ کر حج کرنے کا کوئی جواز نہیں، چنانچہ ارادہ ملتوی کردیا۔ ابھی ارادہ ملتوی کئے ہوئے چند گھنٹے ہی گذرے ہوں گے کہ دارالعلوم کے ایک طالب علم مولوی

Scanned with CamScanner

محمد علی صاحب مرحوم ملنے کے لئے آئے، یہ تنِ تنہا آدمی تھے، اور سرکاری ملازمت چھوڑ کر دینی علم حاصل کرنے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بڑی لجاجت سے کہا کہ میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں، آپ اُسے رد نہ کریں۔ درخواست یہ ہے کہ میرے پاس اپنی ملازمت کے زمانے کی کچھ رقم بیکار پڑی ہوئی ہے، میں تنہا آدمی ہوں، اور مجھے کئی سال تک اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میری دلی خواہش ہے کہ یہ رقم یا اس کا کچھ حصہ آپ کے حج میں استعمال ہو جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں وہ ہدیہ کے طور پر پیش کروں گا، تو آپ قبول نہیں کریں گے، اس لئے اس گذارش کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی واپسی کی کوئی جلدی نہیں ہے۔ حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ آپ کے حج میں یہ رقم استعمال ہوگی، تو میں اسے اپنے لئے سعادت سمجھوں گا۔

انہوں نے یہ پیشکش کچھ ایسے انداز سے کی کہ اُس کو رد کرنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری معلوم ہوا، اور ہم نے اس نیت سے یہ پیشکش قبول کرلی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی دوسری ضروریات میں کمی کر کے جلد از جلد اسے ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حج کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے قرض کی واپسی کا انتظام ہوگیا، اور ہم نے وہ ان کو واپس کردی، لیکن ان کے جذبے کی دل میں جو قدر ہے، اس کی وجہ سے ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جاچکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس نیکی کا بہترین صلہ عطا فرمائیں، اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔ آمین

حج کی جس پرواز سے جانے کا ارادہ تھا، وہ چلی گئی تھی۔ صرف آخری پرواز باقی تھی۔ بمشکل اُس میں جگہ ملی، اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُس میں سوار ہو کر ۷ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے، جبکہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارا انتظار کرنے کے بعد تقریباً ناامید ہو چکے تھے۔ چونکہ وہ معلم شاکر سکندر صاحب مرحوم کے ذریعے حج کیا کرتے تھے، انہوں نے ہمارے عُمرے کے دوران بھی ہماری بہت مدد کی تھی، اس لئے ہم عصر کے بعد سیدھے ان کے دفتر میں پہنچے جہاں حاجیوں کے سامان کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا، اور اسی ڈھیر کے پیچھے ایک کونے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لوٹا ہاتھ میں لئے وضو کی تیاری کر رہے تھے۔ اچانک ہمیں دیکھ کر ان کی خوشی کا عالم قابلِ دید تھا۔ اس موقع پر اُن کا کِھلا ہوا چہرۂ مبارک آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے، اور اس ملاقات کی حلاوت آج تک دل میں محسوس ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحبؒ معلم کے اسی دفتر میں مقیم ہیں جہاں حاجیوں کا سامان بکھرا پڑا ہے، اور ہر وقت لوگوں کی آمد ورفت لگی ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

ان کا مزاج ایسا ہی درویشانہ تھا کہ انہیں حرمین شریفین کی حاضری کے سوا قیام وطعام کے کسی اچھے انتظام کی طرف کوئی خاص توجہ ہی نہیں تھی۔ان کے چاہنے والے بہت تھے، اور چاہتے تو رہائش کا بہتر سے بہتر انتظام کرسکتے تھے، لیکن حج قریب تھا، اور قیام کے لئے کسی پُرسکون جگہ کی تلاش میں جتنا وقت گذرتا، وہ وقت حرم میں گذارنا انہیں زیادہ پسند تھا۔ اسی لئے بظاہر انہوں نے کسی کو اپنی آمد کی اطلاع بھی نہیں دی تھی۔لیکن ہمیں شدت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ اس عمر میں اس طرح کا قیام ان کی صحت کے لئے مضر ہوگا۔لیکن اگلی صبح ہی منیٰ روانہ ہونا تھا، اور کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے کا وقت نہیں تھا، اس لئے وہ رات وہیں گذار کر ہم اگلی صبح منیٰ روانہ ہوگئے۔اور الحمدللہ، حج کے مناسک حضرت والد صاحبؒ کی رہنمائی میں ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ اپریل کا مہینہ تھا، اور مکہ مکرمہ کا موسم بھی بہت خوشگوار تھا، حضرت والد ماجد قدس سرہ کی طبیعت پر بھی ایسا نشاط تھا جو خال خال ہی کبھی دیکھا ہوگا۔چنانچہ ان کی معیت میں اس سفر حج کا ایک ایک لمحہ یادگار برکتوں کا ذخیرہ ثابت ہوا۔قدم قدم پر وہ علم ومعرفت کے شہہ پاروں سے نہال فرماتے رہے۔ میں اُس زمانے میں دارالعلوم میں دیوان حماسہ پڑھاتا تھا، اس لئے اس کے اشعار خوب یاد تھے، لیکن اس موقع پر اندازہ ہوا کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کو زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام کے اشعار اُس سے کہیں زیادہ یاد ہیں، وہ حسب موقع اُن اشعار سے بھی مستفید فرماتے تھے۔اسی سال ہمارے دو استاذ حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ اور حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ بھی حج کررہے تھے۔حج کے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی معیت بھی نصیب فرمائی۔حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ نے اس سفر میں اپنے والد صاحبؒ کے ساتھ حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ کی جس طرح خدمت فرمائی، اُس کا دل پر بہت گہرا اثر رہا۔

۱۱رذوالحجہ کو عشاء کے بعد حضرت والد صاحبؒ پاکستانی سفارت خانے کی طرف سے ایک عشائیے پر مدعو تھے۔لیکن اس سے پہلے جمرۂ اولیٰ کے قریب ایک مکان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، امیر تبلیغی جماعت اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ٹھہرے ہوئے تھے۔ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔حضرت والد صاحبؒ نے اس سفر کی جو یادداشتیں لکھی تھیں، اُن کے مطابق اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالکی مذہب میں یہ جو مشہور ہے کہ منیٰ وغیرہ میں قصر کرنا مناسک کا حصہ ہے، اس لئے مقیم پر بھی واجب ہے، اس

Scanned with CamScanner

کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مکہ مکرمہ کا رہنے والا جب حج کے لئے روانہ ہوتا ہے، تو منیٰ، عرفات، مزدلفہ کا جانا اور آنا مل کر مسافت سفر بن جاتی ہے، یہاں اس مجموعی مسافت کا اعتبار اس لئے کیا گیا ہے کہ حاجی اپنے اس سفر کو کسی بھی جگہ اپنی مرضی سے ختم نہیں کرسکتا، بلکہ اُسے یہ ساری مسافت ہر حال میں طے کرنی ہوتی ہے، بخلاف دوسرے مسافروں کے کہ وہ جب چاہیں، اپنا سفر ختم کرسکتے ہیں، اس لئے ان کے حق میں جانے آنے کی مسافت کا مجموعہ مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ (۱)

عشاء کی نماز مسجد خیف میں ادا کی، وہیں حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مقیم تھے، ان کی زیارت ہوئی، اور اُس کے بعد سفیر پاکستان عبدالفتاح میمن صاحب کی دعوت میں شرکت کی جس میں انہوں نے مسلمان ملکوں کے منتخب حضرات کو جمع کیا ہوا تھا۔ یہاں نائجیریا کے وزیر اعظم بلّو صاحب نے اپنی تقریر میں مصر کے جنرل ناصر کی طرف سے لگائے گئے عرب وحدت کے نعرے پر تنقید کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اتحاد پر زور دیا، اور اس سلسلے میں فلسطین اور زنجبار کے ساتھ کشمیری مسلمانوں کی آزادی پر بھی مؤثر تقریر کی۔

حضرت والد صاحبؒ نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ اس کے بعد سفیر اردن نے بھی اسلامی وحدت پر زور

۱۔ اس مسئلے کی تحقیق کی ضرورت ہے، البیان والتحصیل (۲/ ۵۶) سئل ابن القاسم عن اهل منى هل يقصرون اذا أرادوا الافاضة، أو أهل عرفة؟ فقال: اما اهل عرفة فيقصرون ولايقصر أهل منى، قال ابن القاسم: وكل من كان بمنى يقصر، فاذا أفاض قصر، وكل من كان بمنى يتم، فاذا افاض اتم. قال محمد بن رشد: قوله في الحاج من اهل منى انهم لا يقصرون في افاضتهم من منى الى مكة صحيح، لقرب مابين منى ومكة، وقوله في أهل عرفة: انهم يقصرون في افاضتهم من منى الى مكة صحيح ايضا، على قياس قوله انهم يقصرون بمنى، لأنهم اذا كانوا يقصرون بمنى فهم على ذلك يرجعون الى وطنهم بعرفة. وفي قوله انهم يقصرون بمنى نظر، لانه انما قال انهم يقصرون بها قياساً على تقصير الحاج من أهل مكة بها، وذلك انما فيه الاتباع لرسول الله صلى الله عليه وسلم في تقصيره بها، ولايتعدى بالسنة موضعها. اذا لم تكن موافقة للأصول، لاسيما وقد قيل ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن مقيماً بمكة، ولذلك قصّر بمنى؛ والى ذلك ذهب أهل العراق، فلم يجيزوا للحاج من أهل مكة التقصير بمنى وعرفة، وقد مضى هذا في رسم شك في طوافه من سماع ابن القاسم. وقول ابن القاسم وكل من كان بمنى يقصر، فاذا افاض قصر، مثل قوله اولاً اما أهل عرفة فيقصرون، لأن أهل عرفة يقصرون عنده بمنى. على ما تقدم؛ ووقع في بعض الروايات: وكل من كان بعرفة يقصر، فاذا أفاض قصر. وهو غلط، لأن قوله يتناقض بذلك، من أجل ان أهل منى يقصرون بعرفة، وهو قد قال أنهم يتمون اذا أفاضوا.

Scanned with CamScanner

دیا، اس کے بعد عربی وفد کے رئیس شعبہ نے تقریر کی، اور اُس میں بھی پورے عالم اسلام کی وحدت پر اور قضیۂ کشمیر پر بھی کلام کیا۔ آخر میں مفتیٔ اعظم فلسطین سید امین حسینیؒ کی مفصل تقریر ہوئی جس میں انہوں نے کشمیر کے قضیے پر نہایت مؤثر گفتگو فرمائی۔

۱۲ر ذوالحجہ کو منیٰ سے واپسی پر ایک بس میں سوار ہوئے جس نے حرم لے جانے کے بجائے ایک اور جگہ اتار دیا۔ اترنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ جگہ محصب ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے واپسی پر کچھ دیر قیام فرمایا تھا۔ اگرچہ یہاں ٹھہرنا اکثر علماء کے نزدیک مناسک کا حصہ نہیں ہے، لیکن فی الجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے قیام پر رکنے کی سعادت بھی غیر اختیاری طور پر حاصل ہوگئی۔ یہاں ترکوں کے زمانے کی ایک مسجد بنی ہوئی تھی، وہاں نماز مغرب ادا کر کے حضرت والد صاحبؒ نے کچھ دیر آرام فرمایا۔ پھر پیدل مکہ مکرمہ کی طرف چلنا شروع کیا۔ تقریباً دو میل کا فاصلہ تھا حرم شریف پہنچتے پہنچتے حضرت والد صاحبؒ بہت تھک چکے تھے، اور قیام گاہ (شاکر سکندر صاحبؒ کے مکان) تک پہنچنے کی ہمت نہ تھی، رات حرم شریف ہی میں گذارنے کا فیصلہ فرمالیا۔ ہم قیام گاہ سے اپنا بستر، تکیہ اور چادر لے آئے، اور ایک پیالے میں تھوڑا سا کھانا بھی۔ اُس کے بعد حرم شریف کے ایک گوشے ہی میں رات گذاری۔

ہمارا اگلا دن اس فکر میں گذرا کہ حضرت والد صاحبؒ کی رہائش کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کریں، کیونکہ شاکر سکندر صاحبؒ کے دفتر میں ہجوم اور شور کی وجہ سے مستقل رہنا مشکل تھا۔ آخرکار حضرت والد صاحبؒ ہی کے ایک دوست کی معرفت شارع اجیاد پر فندق السورتی کے نام سے ایک متوسط ہوٹل میں مناسب کرائے پر ایک جگہ مل گئی، اور حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ ہم وہاں منتقل ہوگئے، لیکن یہ جگہ چوتھی منزل پر تھی، اور لفٹ خراب۔ دو دن یہاں گذارے، پھر باب العمرہ کے قریب فندق خوقیر میں دو دن قیام رہا۔ اس کے بعد سورتی ہوٹل کی لفٹ صحیح ہوئی، تو دوبارہ وہیں مقیم ہوگئے، اور ۲ر محرم تک وہیں قیام رہا۔

حضرت شیخ حسن المشاط رحمۃ اللہ علیہ جن سے پچھلے عمرے میں اجازتِ حدیث اور تلمذ کا شرف حاصل ہوا تھا، اب بھی حرم شریف میں تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت والد صاحبؒ بھی اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے، اور حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی ان سے اجازت حدیث حاصل فرمائی۔ اور حضرت شیخ مشاطؒ نے حضرت والد صاحبؒ سے۔

Scanned with CamScanner

چونکہ میرے پچھلے عمرے کو صرف دس مہینے ہوئے تھے، اس لئے حرمین شریفین کے اُس وقت کے مقامات بھی خوب یاد تھے، اور میں اپنے بڑے بھائی حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے ساتھ ان مقامات کی زیارت کے لئے آسانی سے چلا جاتا تھا، لیکن پچھلے سفر میں غارِ ثور کی زیارت کا موقع نہیں ملا تھا۔ حج سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہم نے وہاں جانے کا پروگرام بنایا، ہم نے یہ سوچا تھا کہ اشراق کے بعد وہاں جائیں، تاکہ ظہر تک واپس آکر حرم کی جماعت میں شریک ہوسکیں۔ ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب اور حضرت مولانا نوراحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما اور کچھ مزید احباب پر مشتمل گیارہ افراد کا قافلہ تیار ہوگیا، اور ہم جبل ثور کے دامن میں پہنچ گئے۔ سامنے جو پہاڑ نظر آرہا تھا، وہ بہت اونچا محسوس نہیں ہوتا تھا، لیکن اُس کی چوٹی پر پہنچ کر پتہ چلا کہ آگے اُس سے بھی بلند ایک اور پہاڑ ہے، ذوق وشوق کے عالم میں اُس پر بھی چڑھتے رہے، یہاں تک کہ اُس کی چوٹی پر پہنچ کر اندازہ ہوا کہ ابھی مزید چڑھائی چڑھنی ہے۔ جہاں تک یاد ہے، غارِ ثور تک پہنچتے پہنچتے دو ڈھائی گھنٹے صرف ہوئے۔ لیکن اُس وقت خوشی کی انتہا نہ رہی جب غارِ ثور کے دہانے تک ہماری رسائی ہوگئی۔ یہ غار درحقیقت پہاڑ پر رکھی ہوئی ایک بڑی سی چٹان ہے جو اندر سے کھوکھلی اور چاروں طرف سے بند ہے، صرف اُس کے نیچے ایک بڑا سا سوراخ ہے۔ جس کے ذریعے لیٹ کر اندر جانا ممکن ہے۔ یہی وہ سوراخ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روپوشی کے دوران مکڑی نے جالا تن دیا تھا، اُس وقت وہ سوراخ کھلا ہوا تھا، اور ہم یکے بعد دیگرے لیٹ کر اُس میں داخل ہوئے۔ اندر عجیب منظر نظر آیا کہ اُس میں فرش پر دو پتھر کی سلیں اتنی لمبی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک آدمی لیٹ سکتا تھا۔ لیکن ان میں سے ایک سل قدرے اونچی اور دوسری اُسکے مقابلے میں تھوڑی نیچی تھی، گویا اس غار میں اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ اُس میں سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے یارِ غار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرقِ مراتب کے ساتھ لیٹ سکیں۔ بیت اللہ شریف کے بعد ہمارے لئے یہ وہ پہلی زمین اور پہلے پتھر تھے جنہیں یقینی طور پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے مَس ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اور ابتک وہ جوں کے توں موجود تھے۔ یہاں امت کے افضل ترین انسانوں نے تین دن تین راتیں روپوش ہوکر گذاری تھیں۔ روایات میں جو آیا ہے کہ دشمن آپ کی تلاش میں غار کے دہانے تک پہنچ گئے تھے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ

CS Scanned with CamScanner

اگر ان لوگوں کی نظر اپنے پاؤں کی طرف پڑ جائے، تو ہمیں دیکھ لیں گے، اُس کا صحیح مطلب یہاں غار میں پہنچ کر ہی واضح ہوا۔ اس لئے کہ غار کا دہانہ نیچے بالکل زمین سے ملا ہوا تھا، اور باہر کھڑا ہوا آدمی غار کے اندر اُسی وقت دیکھ سکتا تھا جب وہ جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھے۔ اسی موقع پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جملہ ارشاد فرمایا تھا جو قرآن کریم نے نقل فرمایا ہے:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۃ التوبۃ:۴۰)

غم نہ کرو، یقین رکھو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ (بھی) فرمایا:

ما ظنّک باثنین اللہُ ثالثُهما

تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ خود ہے۔

اُس ذات پاک پر لاکھوں سلام جو اپنے خون کے پیاسوں کو اتنے قریب دیکھ کر بھی سکینت واطمینان اور پروردگار پر بھروسے کا پیکر بنی ہوئی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلے ہی یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا، اس لئے تلاش کرنے والے دشمن یہ جالا دیکھ کر واپس چلے گئے۔

کچھ دیر تک غار ثور میں ماضی کے تصورات میں گم رہنے کے بعد ہم نے واپسی کا سفر شروع کیا، اترنے کا عمل چڑھنے کے مقابلے میں زیادہ تیز ہوتا ہے، چنانچہ جس چڑھائی میں ہمیں دو گھنٹے سے زیادہ لگے تھے، واپسی کے وقت تقریباً ۴۵ منٹ میں ہم نیچے پہنچ چکے تھے۔ سفر کے دوران ذوق وشوق کی زیادتی نے تھکن کا احساس نہیں ہونے دیا، لیکن واپس پہنچے تو کئی ساتھیوں کو بخار آ گیا، کئی کے جوتے پھٹ گئے، اور شدید تھکن تو سبھی کو تھی۔ اُس وقت خیال آیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ مکہ مکرمہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی دن بھر کی کارروائیوں کی خبر لیکر رات کو عشاء کے بعد غار ثور جاتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گذارتے، اور صبح کو پَو پھٹنے سے پہلے واپس مکہ مکرمہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عامر بن فہیرہ بکریوں کا ریوڑ ساتھ لیکر وہاں جایا کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سعودی علماء سے حضرت والد صاحبؒ کی ملاقاتیں اور ان کے نام یادداشت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بات عرصے سے محسوس فرماتے تھے کہ نجد وحجاز کے بااثر علماء فروعی

Scanned with CamScanner

فقہی اور کلامی مسائل پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے ہیں، اور مغربی افکار کے زیر اثر جو منکرات رفتہ رفتہ اس مقدس خطے میں پہنچ رہے ہیں، ان کی طرف ان کی زیادہ توجہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس سفر کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس میں بعض سرکردہ علماء سے ملاقاتیں کر کے اُن کو اس طرف متوجہ کیا جائے۔ اس غرض کے لئے انہوں نے ایک یادداشت مرتب فرمائی تھی جسے لکھنے میں میرا بھی حصہ لگا دیا تھا، حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس سال حج میں شریک تھے، اور حضرت والد صاحبؒ چاہتے تھے کہ اُن سے سے بھی اُس یادداشت پر نظر ثانی کروائیں۔ چنانچہ ایک دن اُن کو پیغام بھیجا کہ وہ مغرب کے بعد میزاب رحمت کے نیچے مل لیں۔ جب وہ وقت آیا تو حضرت والد صاحبؒ نے مجھے ان کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا۔ میں وہاں پہنچا، تو وہ نہیں ملے، لیکن وہاں شام کے علماء کا ایک اور مجمع نظر آیا، میں نے اُن سے شیخ کے بارے میں پوچھا، تو اُن سے شناسائی ہوگئی۔ ان کے امیر محفل شیخ تیسیر مخزومی تھے، جو بڑی محبت سے پیش آئے، اور جب میں نے اُنہیں حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں بتایا، تو وہ بہت خوش ہوئے، اور حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات کرنے کے لئے چل کر ان کی جگہ پر آگئے، اور فرمایا" :شبلكم جال جولة لطلب الشيخ عبدالفتاح ,ولم يجده, فصادنا صيدا، فها أنا بمحضر كم ".(آپ کے صاحبزادے نے شیخ عبدالفتاح کی تلاش میں ایک چکر لگایا، مگر وہ نہ ملے، تو یہ ہمیں شکار کر کے آپ کے پاس لے آئے ہیں، اس لئے ہم آپ کے سامنے موجود ہیں)

شیخ تیسیر بڑے خوش مزاج اور بڑے خوش مذاق عالم تھے، حضرت والد صاحبؒ اُن سے مل کر بہت خوش ہوئے، انہوں نے حضرت والد صاحبؒ سے حدیث کی اجازت کی بھی درخواست کی، اور گفتگو کے دوران بتایا کہ ہم بنومخزوم سے تعلق رکھتے ہیں، اور صفا پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا خاندان کبھی یہاں آباد تھا۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا "لیکن اب تو آپ یہ کہتے ہوں گے کہ :

كأن لم يكن بين الحجون إلى الصّفا

أنيس، ولم يسمُر بمكّةَ سامر، [1]

ا۔ یہ عربی کا مشہور شعر ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کچھ حضرات کو مکہ مکرمہ بعض مخالفین کی وجہ سے چھوڑنا پڑا تھا، پھر ان میں سے ایک صاحب کسی طرح چھپ چھپا کر صفا کی پہاڑی پر آئے، اور وہاں سے مکہ مکرمہ کی وادی پر نظر ڈالی جس کے ایک طرف کوہ صفا تھا اور دوسری طرف کوہ حجون اور یہ شعر کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ اب تو ایسا لگتا ہے کہ حجون سے لے کر صفا تک نہ میرا کوئی جان پہچان والا کبھی یہاں تھا اور نہ کبھی مکہ کی چاندنی راتوں میں کسی سے میں نے باتیں کی تھیں۔

CS Scanned with CamScanner

شیخ تیسیر اس بر موقع شعر سے بہت لطف اندوز ہوئے، پھر عشاء تک وہ ساتھ رہے، اور علمی گفتگو ہوتی رہی۔ عشاء کے بعد شیخ عبدالفتاحؒ سے بھی ملاقات ہوگئی، اور اگلے دن صبح کو اُن کے ساتھ ملاقات طے ہوئی جس میں مجوزہ یادداشت ان کے مشوروں سے تیار کی گئی۔ حضرت مولانا سحبان محمود صاحبؒ جن کا عربی کا خط اتنا خوبصورت تھا کہ موتی ٹکے ہوئے معلوم ہوتے تھے، انہوں نے اس کی نقل تیار کی۔ اس میں بنیادی خطاب سعودی عرب کے اُس وقت کے مفتیٔ اکبر شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اور اُن کے واسطے سے دوسرے علماء کرام سے بھی۔ چنانچہ ۲۳ر ذوالحجہ کو مغرب کے بعد مفتیٔ اکبرؒ سے ان کے مکان محلہ شیشہ میں ملاقات کے لئے گئے، وہاں ان کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی جو رئیس القضاۃ بھی تھے۔ وہیں پر اُن کے بھائی شیخ عبدالملک بن ابراہیمؒ جو ہیئۃ الأمر بالمعروف کے رئیس تھے، تشریف لے آئے، اور مشہور کتاب "القومیۃ فی نظر الاسلام" کے مؤلف محمد احمد باشمیل صاحب بھی موجود تھے۔ ان سب حضرات سے عالم اسلام کے مسائل پر بات ہوتی رہی، لیکن مفتیٔ اکبر کسی وجہ سے اُس وقت تشریف نہ لاسکے، اس لئے یادداشت اُن کے صاحبزادے کو دی گئی کہ وہ ان کو پیش کردیں، انہوں نے وعدہ کیا۔ ۲۴ر ذوالحجہ کو شیخ عبدالحمید فاری صاحب کے ذریعے یادداشت کو ماہنامہ "الحج" کے دفتر میں ٹائپ کرانے کے لئے والد صاحبؒ نے مجھے بھیجا، اور وہ ٹائپ ہوکر تیار ہوگئی۔ اُسی دن ہیئۃ الأمر بالمعروف کے رئیس شیخ عبدالملک بن ابراہیم سے ملاقات کا وقت طے تھا، وہ بڑے تپاک سے ملے، اور انہوں نے بتایا کہ کل جو خط مفتیٔ اکبر کو دیا گیا تھا، وہ انہوں نے ہمارے سامنے ہی اہتمام سے سنا ہے، ہم سب اسے ایک مفید کوشش سمجھتے ہیں، اور مفتیٔ اکبر اس کا جواب بھی آپ کو دیں گے۔ حضرت والد صاحبؒ نے اپنا احادیث کا ثبت "الازدیاد السنی" ان کو دیا، اُس کے آخر میں حضرت والد صاحبؒ کے عربی اشعار پڑھکر وہ بہت محظوظ ہوئے، اور شیخ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الإلمام" جو انہوں نے چھپوائی ہے، اس کے پانچ نسخے بھی انہوں نے پیش کئے۔

جاری ہے.........

☆☆☆

CS CamScanner